تفسیر 'منہج الصادقین فی الزام المخالفین'
ایک مطالعہ
(۲)

پروفیسر کبیر احمد جائسی

فقہ جعفری میں 'تقیہ' کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اِس کی ضرورت، دین میں اِس کا مقام، اِس کی تعبیر، توجیہ اور تفصیل پر دوازدہ امامی علما، فقہ جعفری کی تدوین کے بعد ہی سے آج تک برابر کچھ نہ کچھ لکھتے رہے ہیں۔ یہاں پر میں شیعہ سُنی اختلاف پر کوئی گفتگو نہیں کروں گا، صرف اتنا کہنے پر اکتفا کروں گا کہ سنیوں کی فقہ میں تقیہ پر کوئی بحث و مباحثہ نہیں ہے۔ دوازدہ امامی حضرات نہ صرف اس کے قائل ہیں، بلکہ اِس کو جزو دین سمجھتے ہیں، اِسی لئے اس کے جواز میں قرآنی آیات واحادیث پیش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دوازدہ امامی حضرات کے نزدیک احادیث نبوی کے علاوہ اُن کے ائمہ کے اقوال بھی حجّت ہیں۔ مُلّا فتح اللہ کاشانی نے سورۂ آل عمران کی اٹھائیسویں آیت کی تفسیر لکھتے ہوئے جوازِ تقیہ کے دلائل پیش کئے ہیں۔ اس آیت کو مطبوعہ منہج الصادقین میں ستّائیسویں آیت قرار دیا گیا ہے۔ بہرحال اِس آیت کی تفسیر میں مُلّا فتح اللہ کاشانی کا اندازِ تفسیر یہ ہے:

"(لایَتَّخِذِ المُومِنُونَ) باید کہ فرا نگیرند مومنان کہ دوستان کہ دوستانِ خدایند و معزز و مکرم نزد او (الکافرین) ناگرواو دیدگان را کہ دشمنان اویند و ذلیل و خوار نزدِ او (اولیاء) دوستان و متولیان امور خود (من دون المومنین) بدون مومنان یعنی دوست مومن جز مومن نہ باید پس مومنان باید کہ کافران را بدوستی . . . و بعد از آن جہت تہدید از موالات با کفاری فرماید کہ (ومن یفعل ذلک) و ہر کہ بکند این فرا گرفتن و دوستی را با

دشمنان (فلیس من اللہ) پس نیست آنکس از ولایت و دوستئی خدا (فی شیءٍ) در چیزی یعنی از دوستی خدا بہرہ نہ خوہد داشت چہ موالات متعادبین مجتمع نمی شود۔''

(لایتخذالمومنون) وہ مومنین جو اللہ تعالیٰ کے دوست اور اُس کی نظر میں معزز و مکرم ہیں، اُن کو چاہیے کہ خَلا مَلا نہ رکھیں (الکافرین) کافروں سے، جو کہ اللہ کے دشمن اور اُس کی نظر میں ذلیل خوار ہیں (اولیاء) انہیں اپنے معاملات میں دوست اور ذمہ دار نہ بنائیں (من دون المومنین) سوائے مومنوں کے، یعنی مومن کا دوست مومن کے علاوہ کوئی نہ ہو۔ اس لئے مومنوں کو چاہئیے کہ دوستی کے لئے کافروں کا انتخاب نہ کریں ...

کافروں سے موالات کرنے کی اِس تنبیہ کے بعد ارشاد ہوتا ہے: (ومن یفعل ذٰلک) اور جو شخص بھی دشمنوں سے دوستی اختیار کرتا ہے (فلیس من اللہ) وہ شخص اللہ کی سرپرستی کے قابل نہیں (فی شیءٍ) کسی چیز میں، یعنی اللہ کی سرپرستی میں اپنا حصہ نہیں رکھے گا (یعنی نہیں پائے گا) کیونکہ ایک دوسرے کے متضاد لوگوں کی محبت و اخوت یکجا نہیں ہوسکتی۔)

''یا معنی آن ست کہ از دین خدا بہرہ نہ دارد یعنی مسلمان نیست (اِلّاأنْ تَتّقُوا) مگر آن کہ بترسید و حذر کنید (منھم) از ایشان یعنی از ضرر کافران (تُقٰةً) آن چیزی را کہ واجب باشد اتقا و پرہیزیدن از آن، و می تواند بود کہ نصب تقیہ بر مصدر یہ باشد یعنی بترسید از ضررِ ایشان ترسیدنی کہ درین صورت جائز باشد کہ با ایشان اظہار دوستی کنید و تعدیہ تتقوا بمن جہت آنست کہ مضمن معنی تحذروا است یا تخافوا (وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہ) و می رساند شما را خدا ی در ارتکاب مناہی کہ از جملۂ آن موالات است با دشمنان او (نَفْسَہ) از عذاب ذات خود یعنی عذابی کہ صادر شدہ باشد از محض قہاریت حق تعالی بیواسطہ غیری ، و نفس عبارت است از ذات چیزی و حقیقت و ھویت او۔ پس ہر کجا لفظ در شأن حق تعالی ایراد کنند مراد ذاتِ او خواہد بود و در این کلام تہدیدِ عظیم است بتناہی مناہی در قبح ، و ذکرِ نفس بجہت آنست کہ تا معلوم شود کہ محذر منہ عقابیست صادر از ذات او و عقابیکہ ما دون عقاب او است غیر معتد بہ است و در جنب آن چیز نمی ماند (وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْر) وبسوی جزا یا حکم خداوند است بازگشت ہمہ، و جمیع بندگان را بروفق اعمال جزا خواہد داد این تتمہ وعید است۔''

(یا اِس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے دین سے حصہ نہیں پاتا یعنی مسلمان یعنی

کافروں کے ضرر سے (تُـقٰـة) اِس سے مراد وہ چیز ہے جس سے بچنا واجب ہوتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تُـقٰـہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو، یعنی تم اُن لوگوں سے دوستی کا اظہار کرو اور "تتقوا" متعدی اِس وجہ سے ہے کہ یہ "تحذروا" (یعنی بچو) یا "تخافوا" (ڈرو) کے معنی میں ہے (ویحذرکم اللہ) اور اللہ تعالیٰ تم کو گناہوں کے ارتکاب سے ڈراتا ہے (اور) اُن گناہوں میں اللہ کے دشمنوں سے دوستی بھی شامل ہے (نفسہٗ) ڈراتا ہے خود اپنی ذات کے عذاب سے، یعنی وہ عذاب جو حق تعالیٰ کی قہاریت کی وجہ سے کسی غیر کے واسطے کے بغیر صادر ہوتا ہے اور نفس کسی چیز کی ذات اور اس چیز کی حقیقت و ہویت (Essence) سے عبارت ہے، اِس لئے ہر اُس جگہ جہاں اللہ تعالیٰ کی شان میں لفظ نفس کا لوگ استعمال کرتے ہیں، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی اور اِس کلام میں (یعنی زیرِ نظر آیت) میں قبیح گناہوں کے ارتکاب پر سخت وعید ہے اور نفس کا ذکر اس وجہ سے ہے، تاکہ معلوم ہو کہ جس چیز سے ڈرایا جا رہا ہے وہ ایسی سزا ہے جو اللہ کی ذات سے صادر ہوتی ہے اور وہ سزا جو اِس کی سزا سے کم ہے اُس کا کوئی شمار نہیں اور اُس کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے (والی اللہ المصیر) انعام کے لئے یا خدا کے حکم سے سب کی واپسی اُسی کی طرف ہے اور وہ تمام بندوں کو اُن کے اعمال کے مطابق انعام دے گا۔ یہ بات تنبیہ کا تتمّہ ہے۔

"وضحاک برآن است کہ آیہ در بارہ عبادہ بن صامت فرود آمد، واو مردی متقی بود از اہل بدر، و وی را حلفا بودند از یہود چون رسول روز احزاب از مدینہ بیرون آمد، گفت یارسول اللہ ! اگر اجازہ فرمائی من حلفای خود را کہ پانصد یہود بودند باعانت شما خوانم تا با کافران جنگ کنند۔ حق تعالی این آیہ فرستاد و منع آن فرمود"

(اور ضحاک کا خیال یہ ہے کہ یہ آیت عبادہ بن صامتؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ وہ اہل بدر میں سے ایک متقی فرد تھے اور یہودیوں کے کئی گروہ اُن کے حلیف تھے۔ جب جنگ احزاب کے دن پیغمبر ﷺ مدینہ سے باہر تشریف لائے تو (عبادہ بن صامت نے) کہا: یارسول اللہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے حلیف یہودیوں کو، جن کی تعداد پانچ سو ہے، آپ کی مدد کے لئے بلالوں، تاکہ وہ لوگ (بھی) کافروں سے جنگ

کریں (اُس وقت) اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور (عبادہ بن صامتؓ کی) بات (ماننے) سے منع فرمایا۔)

''وجواز تقیہ مذکور در وقتی بود کہ دین اسلام ہنوز قوتی نہ داشت و کفار را قوت تسلط بود بر مسلمانان و چون قضیہ منعکس شد تقیہ مرتفع گشت ، و چون تقیہ در ہر موضعیست کہ مظنہ ضرر نفس یا مال باشد چنانکہ آیہ مذکور مصرح است برآن پس اہلِ خلاف را نرسد کہ زبان طعن بر امامیہ دراز کنند و دیگر بمنطوق ''وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَهْلُكَةِ'' و با دلیہ عقلیہ دالہ بر وجوب دفع ضرر از نفس ،تقیہ واجب است و صحابۂ رسول باین امر اقدام نمودہ اند و از جملہ عمارِ یاسر با کفار اظہار موافقت میکرد بہ جہت دفع ضرر تا خدای تعالی درحق او این آیہ فرستاد کہ ''الامن اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان'' و از حضرت صادق علیہ السلام مروی است کہ فرمود ''التقیہ دینی و دین آبائی'' تقیہ دین من است و دین پدران من، و از آبای آں حضرت ، بود کہ در اوائل اسلام اہلِ کفر ملایمت می نمود و امیر المومنین علیہ السلام کہ با اہل خلاف بطریق ملاطفت سلوک میکرد و چون قوت پیدا کردند شمشیر از غلاف بیرون کشیدہ با اہل کفر و خلاف آغاز محاربہ کردند۔ مردیست کہ مردی نزد پیغمبر آمد و گفت یارسول اللہ بفریاد من رس کہ بہ ہلاکت و شقاوت گرفتار شدم۔ فرمود از تو چہ صادر شد؟ گفت کفار قریش مرا گرفتند و عذاب میکردند تا نسبت بجناب تو ناسزائی بگویم ہمن بی طاقت شدہ آنچہ ارادۂ ایشان بود بزبان من جاری شد۔ فرمود ''کیف قلبک'' دلت چہ گونہ بود۔ گفت بسیار از آن کارہ بود،فرمود کہ اگر بار دگر بدست ایشان افتی دمثل (کذا) این حال بر تو واقع شود آنچہ ایشان ارادہ کنند بگو و در دل کارہ این باش ۔ از عبداللہِ مسعود نقل است کہ ''خالطوا الناس و صافحوھم بمایشتھون'' با مردمان یعنی با اہل خلاف مخالطہ کنید و با ایشان مصافحہ نمائید و دست در دست ایشان نہید بآنچہ ایشان خواہند یعنی ظاہراً با ایشان اظہار محبت و مودت کنید امّا باید کہ در اعتقاد شما قصوری و فطوری راہ نہ یابد،ابن بابویہ در رسالۂ اعتقادیہ آوردہ کہ تقیہ واجب است ، ہر کہ آنرا ترک کند ہمچنا نست کہ ترک نماز کردہ۔''

(اور وہ تقیہ جس کا ذکر ہوا ہے، اُس کا جواز اُس وقت تک تھا جب دینِ اسلام ابھی بے طاقت تھا اور مسلمانوں پر کفار کو غلبہ کی قوت حاصل تھی اور جب حالات برعکس